قبر پر اذان کی شرعی حیثیت

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری

دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعتِ سیّئہ ہے، نہ احادیث میں اس کی کوئی اصل ہے اور نہ صحابہ کرام، تابعینِ عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ ہی میں اس کا کوئی وجود ملتا ہے، بلکہ یہ ہندوستان کی ایجاد ہے، اس کے باوجود ''قبوری فرقہ'' اس کو جائز قرار دیتا ہے، امامِ بریلویت احمد رضا خاں بریلوی نے اس مسئلہ پر ''ایذان الاجر فی اذان القبر'' کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے، جس میں وہ ''حسن'' یا ''صحیح'' تو درکنار کوئی ''ضعیف'' اور ''موضوع'' (من گھڑت) روایت بھی اس بدعت کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے۔

اگر دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا کوئی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا تو صحابہ کرام ضرور اس کا اہتمام کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن و سنت کے معانی، مفاہیم و مطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے تھے۔

چاروں اماموں سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، مزے کی بات تو یہ ہے کہ حنفی مذہب کی تمام معتبر کتابوں میں اس بدعتِ قبیحہ کا نام و نشان تک نہیں ملتا، بلکہ بعض حنفی اماموں نے قبر پر اذان کے عدمِ جواز اور اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔

☆۱ درالبحار میں ہے: **من البدع الّتی شاعت فی بلاد الهند الأذان علی القبر بعد الدّفن .**

''ہندوستان میں عام ہونے والی بدعتوں میں سے ایک بدعت دفن کرنے کے بعد اذان کہنا بھی ہے۔''

(منقول از ''جاء الحق'': ۳۱۸/۱)

☆۲ حنفی مذہب کے جلیل القدر امام محمود بلخی کہتے ہیں:

الأذان علی قبر لیس بشیئ . ''قبر پر اذان کہنا کچھ نہیں ہے۔'' (منقول از ''جاء الحق'': ۳۱۸/۱)

☆۳ ابنِ عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: **لا یسنّ الأذان عند ادخال المیّت فی قبره ، کما هو المعتاد الآن ، قد صرّح ابن حجر بأنّه بدعة وقال : من ظنّ أنّه سنّة ، فلم یصب .**

''میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروّجہ اذان سنت نہیں، حافظ ابنِ حجر المکی نے اس کے بدعت ہونے

کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے سنت سمجھا، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔''

(شامی: ۲/ ۲۳۵، «جاء الحق»: ۱/ ۳۱۷۔۳۱۸)

تنبیہ : ابنِ عابدین شامی حنفی نے بعض شافعیوں کی کتابوں سے اذان کے مواقع ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان کا ذکر کیا ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے:

لکن ردّہ ابن حجر فی شرح العباب . ''لیکن ابنِ حجر (مکی) نے شرح العباب کتاب میں اس کا رد کیا ہے۔''

اس کے جواب میں احمد یار خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

''اولاً تو ابنِ حجر (مکی) شافعی ہیں، بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذانِ قبر سنت ہے اور امام ابنِ حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قولِ شافعی پر۔'' («جاء الحق»: ۳۱۶۸)

تبصرہ : ابنِ عابدین شامی حنفی نے شافعیوں کی کتاب سے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کا ذکر کیا ہے نہ کہ قبر پر اذان کا، ساتھ ہی ابنِ حجر مکی کا انکار ورد ذکر کر دیا، اتنی سی بات پر نعیمی بریلوی نالاں نظر آتے ہیں، اگر ابنِ حجر مکی شافعی ہیں تو شافعیوں کی بعض کتابوں سے منقول بدعت کیوں محبوب ہے؟ اس پر سہاگہ یہ کہ اس بدعت کا تعلق قبر پر اذان سے نہیں ہے بلکہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت کی اذان ہے، جس کے بریلوی قائل نہیں، رہا ان کا یہ کہنا کہ ''بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذانِ قبر سنت ہے اور امام ابنِ حجر (مکی) شافعی اس کی تردید کرتے ہیں۔''

تو ہم کہتے ہیں کہ ''مفتی'' صاحب تو فوت ہو گئے ہیں، کیا ان کے حواری ایک بھی حنفی عالم کا نام بتا سکتے ہیں؟ اگر نہ بتا سکے تو۔۔۔۔

اہل بدعت کے دلائل

دلیل نمبر ۱ : اہل بدعت کا عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

دلیل نمبر ۲ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نزل آدم بالهند واستوحش ، فنزل جبريل ، فنادیٰ بالأذان : اللّٰه أكبر ، اللّٰه أكبر ، أشهد أن لا اله الّا اللّٰه ، مرّتين ، أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه ، مرّتين ، قال آدم : من محمّد ؟ قال : آخر ولدک من الأنبياء .

''آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی، اللّٰه أكبر ، اللّٰه أكبر ، أشهد أن لا اله الّا اللّٰه ، أشهد أن لّا اله الّا اللّٰه ، أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه ، أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه ،تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا، آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔''

(حلية الأولياء لابی نعيم الاصبهانی : ١٠٧/٥، تاريخ دمشق لابن عساكر : ٧ /٤٣٧)

تبصرہ : ١☆ یہ روایت ''ضعیف'' ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فيه مجاهيل .

''اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔'' (فتح الباری : ٢ /٧٩)

٢☆ اس کے راوی علی بن (یزید بن) بہرام الکوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

٣☆ عمرو بن قیس راوی کا تعین اور اس کی توثیق مطلوب ہے۔

٤☆ اس روایت میں قبر پر اذان کا اشارہ تک نہیں، اہل بدعت خواہ مخواہ اپنی کتابوں میں خام مال لوڈ کرتے رہتے ہیں، یہ روایت ان کی بدعت کو کمزور سہارا بھی نہیں دیتی۔

دلیل نمبر ٣ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رآنی النّبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم حزينا ، فقال : يا ابن أبی طالب ! انّی أراک حزينا ، فمر بعض أهلک يؤذّن فی أذنک ، فانّه درء الهمّ .

''مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا، اے ابو طالب کے بیٹے! میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں، اپنے کسی گھر والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے کیونکہ یہ اذان غموں کا مداوا ہے۔''

(مسند الفردوس بحواله ««جاء الحق»» : ٣١٤)

تبصرہ : یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز اس میں قبر پر اذان کا ذکر تک نہیں ہے۔

دلیل نمبر ٤ : سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رأیتم الحریق فکبّروا ، فانّ التّکبیر یطفئه .

''جب تم آگ کو دیکھو تو تکبیر کہو، کیونکہ الله اکبر کہنا اس کو بجھا دیتا ہے۔''

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی : ۲۹۵_۲۹۸، الدعاء للطبرانی : ۱۲٦٦)

تبصرہ : ۱☆ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، کیونکہ اس کی سند میں قاسم بن عبداللہ بن عمر راوی ''متروک'' ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔(تقریب التهذیب : ٥٤٦٨)

امام طبرانی کے ہاں (الدعاء: ۱۲٦٦_۱۲٦۷) میں اس کی متابعت اس کے بھائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے کر رکھی ہے، وہ بھی ''کذاب'' ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اسے بھی ''متروک'' کہا ہے۔

(التقریب : ۳۹۲۲)

اگر کوئی کہے کہ الکامل لابن عدی (۱۴٦۹/۴، وفی نسخۃ: ۱۵۱/۴) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (۲۳۸) میں متابعتاً ابنِ لہیعہ کی روایت آتی ہے تو یہ ابنِ لہیعہ (ضعیف عند الجمہور) کی تدلیس ہے، جیسا کہ ابن ابی مریم کہتے ہیں: هذا الحدیث سمعه ابن لهیعة من زیاد بن یونس الحضرمی ، رجل یسمع معنا الحدیث،عن القاسم بن عبدالله بن عمر ، وکان ابن لهیعة یستحسنه ، ثمّ انّه قال : انّه یرویه عن عمرو بن شعیب .

''اس حدیث کو ابنِ لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس الحضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابنِ لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتے تھے، پھر انہوں نے کہا، اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔'' (الضعفاء الکبیر للعقیلی : ۲۹٦/۴)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ''کذاب'' راوی موجود ہے۔

دلیل نمبر ۵ : سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہوئے، ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے تسبیح بیان کی، لوگوں نے بھی تادیر آپ کے ساتھ تسبیح بیان کی، پھر آپ نے بڑائی بیان کی، لوگوں نے بھی بڑائی بیان کی، پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح بیان کیوں کی، فرمایا: لقد تضایق علی هذا العبد الصّالح قبره ، حتی فرّجه الله عزّوجلّ عنه . ''اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی، حتی کہ اللہ عزوجل نے اسے فراخ کر دیا۔''(مسند الامام احمد : ۳٦٠/۳، ح : ۱۴۹۳۴، ۳۷۷، ح : ۱۵۰۹۴)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس میں محمود بن عبدالرحمٰن بن عمرو الجموح راوی کی توثیق وعدالت ثابت نہیں، حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: قال الحسینی : فیه نظر ، قلت : ولم أجد من ذکرہ غیرہ .

''حسینی نے کہا ہے کہ اس میں ''نظر'' ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے ذکر کیا ہو۔'' (مجمع الزوائد : ٤٦/٣)

دلیل نمبر ٦ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا نودی للصّلاۃ أدبر الشّیطان له ضراط حتی لا یسمع التّاذین .

''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ وہ اذان نہ سنے۔'' (صحیح بخاری : ٦٠٨، صحیح مسلم : ٣٨٩)

تبصرہ : یہاں مطلق اذان کا ذکر نہیں، بلکہ نماز کے لیے اذان کا ذکر ہے، لہٰذا اس سے قبر پر اذان کا جواز ثابت کرنا ناعاقبت اندیشی ہے، کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں قبر پر اذان کا ثبوت نہیں، نہ ہی صحابہ کرام کی زندگیوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا اس کے بدعتِ قبیحہ اور ایجادِ دین ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

دلیل نمبر ٧ : قبر پر اذان کو تلقین پر قیاس کیا گیا ہے، قبر پر تلقین شیعوں کا شعار ہے، جسے بریلویوں اور دیوبندیوں نے اپنا دین بنا لیا ہے، جبکہ دفن کے بعد میت کو قبر پر تلقین کرنا دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، ایک بدعت پر بدعت پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔

قارئین کرام! ان دلائل کو بار بار پڑھیں، پھر ''مفتی'' احمد یار خان نعیمی صاحب کی اس بات پر بھی غور کریں کہ ''مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے جس کے بہت سے دلائل ہیں۔'' («جاء الحق» : ٣١٠/١) پھر انصاف سے فیصلہ کریں کہ ''مفتی'' صاحب اپنے دعویٰ میں کتنے سچے ہیں؟ نیز لکھتے ہیں: ''قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے، احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے۔''

(«جاء الحق» : ٣١١/١)

ہمیں بھی بتایا جائے کہ وہ احادیث اور فقہی عبارات کہاں ہیں؟ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حنفی مذہب بلکہ مذاہبِ اربعہ میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہے، مدعی پر دلیل لازم ہے، ہندوستانی بدعت کو ''اہل سنت کے نزدیک جائز'' قرار دینا انصاف نہیں، ان کو معلوم نہیں کہ یومِ حساب آنے والا ہے، اللہ تعالیٰ پوچھ لے گا؟

☆☆..........☆☆..........☆☆